سوال

(197)اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے ماہ ربیع الاول میں ٹھیک آنحضور علیہ السلام کی وفات کے روز یا اس تاریخ کے گزر جانے کے بعد مسکینو وغیرہ کو کھانا کھلائے تو جائز ہے یا نہیں، کیا خلفائے راشدین نے کھانے یا صدقہ وغیرہ کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو ثواب پہنچایا ہے۔ اگر کوئی تو نگر شخص اپنے ماں باپ کو ثواب پہنچانے کے لیے مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ماہ ذی الحجہ میں آنحضور ﷺ کی طرف سے قربانی کر کے ثواب پہنچائے تو شریعت میں اس کی اجازت ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ان سوالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ میت کے حق میں ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق ائمہ عظام اور علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ لیکن حق جواز ہے۔ جو خواہ ایصال ثواب صدقہ وخیرات ہو یا دعا اور قراۃ قرآن سے ہو۔ یا کھانا کھلانے یا پانی پلانے سے ہو۔ مگر یہ سب کچھ بلا تخصیص تاریخ و رسم و رواج کے ہو۔

علامہ محمد بن اسماعیل سبل السلام شرح بلاغ المرام ص۴۰۶ میں فرماتے ہیں :

((ان ہذہ الادعیة ونحوہا نافعة للمیّت بلا خلاف واما غیرہا من قرأة القرأن لہ فالشافعی رحمہ اللہ یقول لا یصل ذلک الیہ وذہب احمد وجماعة من العلماء الٰی وصول ذلک الیہ وذہب جماعة من اہل السنة والحنفیة الی ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ غیرہٖ صلوٰة کان او صوماً او حجا او صدقة او قرأة قرأن اوای لوع من الواع القراب وہذا ہوالارجع دلیلا وقد اخرج الدار قطنی ان رجلا سأل النبی ﷺ انہ کیف یبرا ابویہ بعد موتہما فاجابہ بانہ یصلی لہما مع صلوٰة ویصوم لہما مع صیامہ واخرج ابو داوٗد من حدیث معقل بن یسار عنہ ﷺ اقراء اعلی موتاکم سورة یٰسین وہو شامل للمیّت بل ہوا الحقیقة فیہ واخرج انہ ﷺ کان یضحی عن نفدہ بکبش وعن امتہٖ بکطش وفیہ اشارة الٰی ان الافان ینفعہ عمل غیرہٖ وقد بسطنا الکلام فی حواشی شرو النہار مما یتضح منہ قرة ہذا المذہب انتہیٰ))

’’یعنی یہ زیارت قبر کی دعائیں اور مثل ان کے اور دعائیں میت کو نافع ہیں۔ بلا خلاف اور میت کے لیے قرآن پڑھنا سو امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ اور امام احمد اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ اور امام احمد اور علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور علماء سنت سے ایک جماعت اور حنفیہ کا یہ مذہب ہے کہ انسان کے لیے جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو بخشے، نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرأۃ قرآن یا کوئی ذکر یا کسی قسم کی کوئی عبادت۔ اور یہ قول دلیل کی رو سے زیادہ راجح ہے اور دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے

بعد کیوں کر نیکی اور احسان کرے ۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزہ کے ساتھ ان دونوں کے لیے روزہ رکھے ۔ اور ابو داؤد میں معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اپنے مردوں پر سورۃ یٰسین پڑھو اور یہ حکم میت کو بھی شامل ہے بلکہ حقیقتاً میت کے لیے ہی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بھیڑ اپنی طرف سے قربان کرتے تھے اور ایک اپنی امت کی طرف سے ۔ اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آدمی کو غیر کا عمل نفع دیتا ہے اور ہم نے حواشی ضوء النہار میں اس مسئلہ پر مبسوط کلام کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی مذہب قوی ہے ۔ ''

نیل الاوطار ص ۳۳۵ ج ۳ میں ہے :

((والحق انہ یخصص عموم الایۃ بالصدقۃ من الولد کما فی احادیث الباب وبالحج من الولد فی خبر الخثعمیۃ ومن غیر الولد ایضاً کما فی حدیث المحرم عن اخیہ بشرمۃ ولم یستفصلہ ﷺ ھل اوصی شبرمۃ ام لا وبالعتق من الولد کما وقع فی البخاری فی حدیث سعد خلافاً للمالکیۃ علی المشھور عندھم وبالصلوۃ من الولد ایضاً لما روی الدار قطنی ان رجلاً قال یا رسول اللہ ﷺ انہ کان فی ابوان ابرھما فی حال حیاتھما فکیف فی برھما بعد موتھما فقال صلی اللہ علیہ ان من البر بعد البر ان تصلی لھما صلوتک وان تصوم لھما مع صیامک وبالصیام من الولد لھذا الحدیث ولحدیث ابن عباس عند البخاری ومسلم ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ان امی ماتت وعلیھا صوم نذر فقال ارئیت لو کان دین علی امک فقضیتہ اکان یودی عنھا قال نعم قال نصومی عن امک واخرج مسلم وابو داؤ والترمذی من حدیث بریدۃ ان امرأۃ قالت انہ کان علی امی صوم شھر فاصوم عنھا قال صومی عنھا ومن غیر الولد ایضاً لحدیث من ما وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ (متفق علیہ) وبقرأت یٰسین من الولد وغیرہ لحدیث اقرؤا علی موتاکم یٰسین وبالدعاء من الولد لحدیث او ولد صالح یدعوالہ ومن غیرہ لحدیث اسغفروا لاخیکم وسلوالہ التثبیت ولقولہ تعالیٰ والذین جاؤ من بعدھم یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ولما ثبت من الدعاء للمیّت عند الزیارت وبجمع ما یفعلہ الولد لوالدیہ من اعمال البر لحدیث ولد الانسان من سعیہ انتھیٰ))

'' حاصل اور خلاصہ اس عبارت کا بقدر ضرورت یہ ہے کہ حق یہ ہے کہ آیۃ ((وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی)) اپنے عموم پر نہیں ہے ۔ اور اس کے عموم سے اولاد کا صدقہ خارج ہے ۔ یعنی اولاد اپنے مرے ہوئے والدین کے لیے جو صدقہ کرے اس کا ثواب والدین کو پہنچتا ہے ۔ جیسا کہ بخاری میں سعد کی حدیث سے ثابت ہے ۔ اور اولاد جو اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے یا روزہ رکھے سو اس کا بھی ثواب والدین کو پہنچتا ہے ۔ اس واسطے کہ دار قطنی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ جب زندہ تھے تو میں ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرتا تھا ۔ اب ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیوں کر نیکی کروں ، آپ نے فرمایا : نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کے لیے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزہ کے ساتھ اپنے والدین کے لیے بھی روزہ رکھ اور صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری ماں مر گئی اور اس کے ذمہ نذر کے روزے تھے ۔ آپ نے فرمایا : بتا اگر تیری ماں کے ذمے قرض ہوتا اور تو اس کی طرف سے ادا کرتی تو ادا ہو جاتا یا نہیں ؟ اس نے کہا : ہاں ! ادا ہو جاتا ۔ آپ نے فرمایا : روزہ رکھ اپنی ماں کی طرف سے ۔ اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک عورت نے کہا میری ماں کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں ۔ تو کیا میں اس کی طرف سے رکھوں ۔ آپ نے فرمایا : اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ ، غیر اولاد کے روزے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے ۔ اس واسطے کہ متفق علیہ حدیث میں آیا ہے ، کہ جو شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف اس کا ولی روزے رکھے اور سورۃ یٰس کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے ۔ اولاد کی طرف سے بھی اور غیر اولاد کی طرف سے بھی ۔ اس وا سطے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں پر سورۃ یٰس پڑھو ۔ اور دعا کا نفع بھی میت کو پہنچتا ہے ۔ اولاد دعا کرے یا کوئی اور ۔ اور جو بھی کار خیر اولاد اپنے والدین کے لیے کرے ۔ سب کا ثواب والدین کا پہنچتا ہے ۔ اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان کی اولاد اس کی سعی وجد وجہد کا نتیجہ ہے ۔ ''

جب علامہ شوکانی اور محمد بن اسماعیل امیر کی تحقیق بھی سن لینا خالی از فائدہ نہیں ۔ آپ شرح المنہاج میں فرماتے ہیں :

((لا یصل عندنا ثواب القرأت علی المشھور والمختار الوصول اذ سأل اللہ ایصال ثواب قرأۃ وینبغی الجزم بہ لانہ دُعاء فاذا جاز الدعاء للمیّت بما لیس لاداعی فلان یجوز بما ھو لہ اولٰی و یبقی الامر فیہ موقوفاً علی استجابۃ الدعاء وھذا المعنی لا یختص بالقرأۃ بل یجری فی سائر الاعمال والظاھر ان الدعاء متفق علیہ انہ ینفع المیّت والحی القریب والبعید بومیۃ وغیرھا وعلی ذلک احادیث کثیرۃ بل کان افضل ان یدعو لاخیہ بظھر الغیب انتھی ذکرہ فی نیل الاوطار))

'' یعنی ہمارے نزدیک مشہور قول پر قرأۃ قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے اور مختار یہ ہے کہ پہنچتا ہے ۔ جب کہ اللہ تعالیٰ سے قرأۃ قرآن کے ثواب پہنچنے کا سوال کرے ۔ (یعنی قرآن پڑھ کر دعا کرے اور یہ سوال کرے کہ یا اللہ اس قرأت کا ثواب فلاں میت کو پہنچا دے) اور دعا قبول ہونے پر امر موقوف رہے گا (یعنی اگر اس کی دعا قبول ہوئی تو قرأت کا ثواب

میت کو پہنچے گا اور اگر قبول نہ ہوئی تو نہیں پہنچے گا) اور اس طرح پر قرأت کے ثواب پہنچنے کا جزم ویقین کرنا لائق ہے۔ اس واسطے کہ یہ دعا ہے پس جبکہ میت کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا جائز ہے جو داعی کے اعتبار میں نہیں ہے۔ پس جبکہ میت کے لیے ایسی چیز کی دعا کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ جو داعی کے اختیار میں ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ دعا کا نفع میت کا بالاتفاق پہنچتا ہے اور زندہ کو بھی پہنچتا ہے۔ نزدیک ہو یا دور ہو۔ اور اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ بلکہ افضل یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کے لے غائبانہ دعا کرے۔''

شرح کنز میں ہے:

((ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرۃ صلوٰۃ کان او صوماً او حجاً او صدقۃ او قرأۃ قرآن او غیر ذلک من جمیع انواع البر ویصل ذلک الی المیّت و ینفعہ عند اھل الاسلام))

''یعنی اہل سنت کے نزدیک انسان کے ہر نیک عمل کا ثواب خواہ نماز و روزہ ہو یا حج و صدقہ یا قرأت قرآن میت کو پہنچتا ہے۔ اور انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال صالحہ کا ثواب مردوں کو پہنچاتا رہے۔''

امام نووی شرح مقدمہ مسلم میں لکھتے ہیں۔

((واَمّا قرأۃ القرآن فالمشھور من مذھب الشافعی رحمہ اللہ انہ لایصلی ثوابھا الی المیت وقال بعض اصحابہ یصلی الی المیّت و ثواب جمیع العبادات من الصلوٰۃ والصوم والقرأۃ وغیر ذلک))

''یعنی مشہور یہی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا۔ لیکن بعض شوافع المسلک علماء کے نزدیک جملہ عبادات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔''

اور اذکار میں لکھتے ہیں:

((وذھب احمد بن حنبل بجماعۃ منا العلماء وجماعۃ من اصحاب الشافعی رحمہ اللہ الی انہ یعمل))

کار خیر خواہ کوئی بھی ہو ہر ایک کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ میت خواہ نبی ہو یا ولی ہو، یا صحابی و امام ہو یا ماں باپ استاد ہو۔ لہٰذا تاریخ مقرر کرنا رسم و رواج کی پابندی کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ بدعت ہے۔

تیجا، چالیسواں، بارہ وفات نہ کسی صحابی نے منائی اور نہ تابعین و ائمہ میں سے کسی نے منائی۔

آنحضور ﷺ کی وفات کی صحیح تاریخ ۱۳ ماہ ربیع الاول ۱۱ ھ یوم دوشنبہ وقت چاشت ہے (رحمۃ للعالمین ص ۲۰۲) اس تاریخ کو معین کر کے کھانا کھلانے کا ثبوت نہیں ہے۔ البتہ سال بھر میں کسی دن بھی بغیر تعیین کے کھانا کھلا کر آنحضور ﷺ کو ثواب پہنچانا جائز ہے۔ خلفاء راشدین نے موجودہ طریقہ کے مطابق کسی میت کو کھانا کھلا کر ثواب نہیں پہنچایا۔ ذی الحجہ میں جانور کی قربانی کا ثواب آنحضور ﷺ کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہر سال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف سے بھیڑے کی قربانی کرتے تھے۔ (ترمذی شریف ص ۳۵۳ جلد ۱) (ترجمان دہلی جلد نمبر ۶ ش ۱۶)

توضیح الکلام:

... مجیب علام نے سوال کے جواب میں ہر پہلو پر با دلائل وضاحت فرمائی ہے۔ لیکن ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصاً آنحضرت ﷺ کے لیے صدقہ خیرات سے ایصال ثواب میں کچھ تشنگی باقی ہے، جس پر ماسوا عمومات کے کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی۔ حضور ﷺ کے لیے درود شریف اور سلام بھیجنے کے لیے تو نصوص قرآنی اور احادیث رسول سبحانی میں

متعدد دلائل موجود ہیں۔ جو کسی سے مخفی نہیں اور آپ کے لیے قربانی کرنا بھی نص حدیث سے ثابت ہے۔ باقی عشر، زکوۃ، صدقہ، خیرات بذریعہ خوردونوش اور لباس وغیرہ کے ایصال ثواب پر کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف دلائل موجود ہیں۔

نمبر ۱ : جب دنیاوی زندگی میں عشر، زکوۃ، صدقہ، خیرات (جو اوساخ الناس ہے) آپ کے لیے حلال نہیں تو عالم برزخ میں کیسے جائز اور حلال ہو سکتے ہیں۔

نمبر ۲ : اسی لیے خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دیگر ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں کہ کسی نے بھی حضور ﷺ کے لیے بذریعہ خوردونوش کے ایصال ثواب کیا ہو۔ اگر جائز اور ثابت ہوتا تو حضور علیہ السلام کے ساتھ محبت میں سلف صالحین ہم سے کئی گناہ زیادہ تھے۔ معلوم ہوا کہ پیٹ پروری کے لیے یہ بھی ایک رسم اور بدعت ہے۔ جس سے ہر مسلمان کو اجتناب اور پرہیز ضروری ہے۔ واللہ اعلم (سعیدی)

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد05ص355-360

محدث فتویٰ